Aainaye Urdu me Doosrai Zabanoun ka akas

آئینۂ اُردو میں دوسری زبانوں کا عکس

Professor Ghazanfar

Director Jamia Milia Islamia New Delhi

Key words: language, Vocabulary, Idioms, verbal phrases, syntax, metaphors, literary illusion, linguistic tradition, Asian languages

Abstract:

Language does not just borrow words from other languages but draws its sustenance from stitching up a warm rapport at all levels with the languages being used in the region. Vocabulary, verbal phrases, verb patterns, syntax, idioms, metaphors, literary allusions, cultural practices, convictions and semantic all become part of mutual cultural exchange. No language exists in isolation and Urdu that came into existence with the juxtaposition of different cultural practices and linguistic traditions is a perfect example of syncretic ethos. The words and sounds of different languages resonate in other languages with equal intensity. Urdu is nurtured amidst Asian languages and this article seek to highlight its close and colorful affinity with the languages spoken with many specific examples.

زبانیں دوسری زبانوں سے صرف لفظ ہی نہیں لیتیں، لمس بھی حاصل کرتی ہیں۔ رس اور جس بھی کشید کرتی ہیں، نفس اور لَس بھی پاتی ہیں اور اس لمس، رس، جس، نفس اور لَس میں صوتیاتی آہنگ، صرفیاتی نیرنگ، معنیاتی ترنگ، نحویاتی ڈھنگ، اسلوبیاتی رنگ، ادبیاتی امنگ اور عمرانیاتی منظرِ شوخ وشنگ بھی ہوتا ہے۔ یعنی زبانیں جب ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو وہ آپس میں مصافحہ اور معانقہ تو کرتی ہی ہیں، رگِ گلو کا بوسہ بھی لیتی ہیں اور اس اتّصالی عمل سے ان میں ایک دوسرے کی معاشرتی و ثقافتی قدریں در آتی ہیں۔ ایک دوسرے کے حرف و صوت میں لفظ و معنی کی تصویریں ابھر آتی ہیں۔ اردو زبان میں بھی دوسری زبانوں کے لسانی فیوض، ادبی

عکوس، تہذیبی نقوش، معاشرتی خطوط اور اقداری رموز دیکھے جا سکتے ہیں۔ چونکہ اردو ایشیائی زبانوں کی صحبت میں زیادہ رہی ہے، اس لیے اس میں یہ رنگارنگی مختلف صورتوں میں نظر آتی ہے۔ اپنے اس دعوے کی دلیل میں، میں آپ کے سامنے دورِ جدید کا جامِ جم رکھتا ہوں۔ آپ اس پیالے میں منعکس ہونے والے پیکروں پر نگاہیں مرکوز کرتے جایئے اور دیدہ و دل دونوں میں تہذیبی رنگ بھرتے جایئے۔

اردو ہے جس کا ہمیں جانتے ہیں داغؔ سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

ساری دنیا میں دھوم مچانے والی ہماری زبان کو شناخت زبانِ ترکی سے ملی۔ ترکی اگر اس کا نام اردو نہیں رکھتی تو یہ اب بھی ہندی، ہندوی، ہندوستانی، دکنی، ریختہ وغیرہ کے چکر میں پڑی رہتی۔

ترکی نے صرف ہماری زبان ہی کا نام نہیں رکھا بلکہ ہمارے بعض رشتوں کے نام بھی رکھے اور ان رشتوں کو بلند مقام بھی عطا کیے۔ ترکی اگر یہ لسانی شجر کاری نہیں کرتی تو ہمارے گرو اتالق، رسوئیے باورچی، دوت ایلچی، قبیلوں خاندانوں اور گھرانوں کے چودھری خانِ خاناں اور بیگ نہیں کہلاتے۔ اِستری خاتون اور دائی انّا میں تبدیل نہیں ہوتی۔ ہماری بہنیں ''آپا'' اور ''باجی'' نہیں بنتیں۔ ہماری بیویاں ''بیگم'' کا درجہ نہیں پاتیں اور کوئی شاعر اپنی بیوی کو اس انداز سے مخاطب نہیں کرتا۔[1]

اَماں، کچھ جرم بتائو نا ہمارا بیگم
کاں سے بیٹھیا تھا نصیباں میں یہ شاعر اجڑو
کیا کلیجے کو میرے جی کو جلا دیتا ہے
باتاں باتاں میں اصل بات اڑا دیتا ہے
پیسے پوچھو تو فقط شعر سنا دیتا ہے
یہ بھی انداز بیاں کتنا ہے پیارا بیگم
اسی انداز بیاں نے ہمیں مارا بیگم
تم پہ قربان سمرقند و بخارا بیگم
واہ! کیا خوب مکرر ہو دوبارہ بیگم

اتنا ہی نہیں بلکہ ہمارے دستر خوانوں پر ہاتھ دھونے کے برتن بھانڈے اور تسلے کی جگہ چلمچی نہیں ہوتی۔ چھری چاقو کا روپ نہیں لیتی، پلنگوں پر گدڑی کی جگہ توشک نہیں بچھتی۔ دروازوں پر ٹاٹ کی جگہ چِق نہیں ٹنگتی۔ اسلحہ خانوں سے توپ

نہیں چھوٹتی۔ ہمارے اندھیروں میں چقماق نہیں جلتی۔ لباسوں میں آچکن چوغہ نہیں بنتی۔ ہماری محفلوں میں ٹٹنا کی جگہ چپقلش نہیں لیتی۔

ہمارے رشتوں کو خوش گوار، پر وقار، بااعتبار، محترم، معزز، مؤدب اور مقرّب بنانے میں عربی اور فارسی نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ عربی نے باپ کو والد، ماں کو والدہ، جورو کو زوجہ بنادیا اور فارسی نے سسر کو خسر، ساس کو خوش دامن، میاں کو خاوند، بہن کو ہمشیرہ، ساڑھو کو ہم زلف، بیٹی کو دختر، بیٹے کو فرزند، لختِ جگر نورِ نظر جیسے خوش آہنگ ناموں سے سجا کر مسند قدر و منزلت پر بٹھادیا۔

ترکی، عربی اور فارسی ان تینوں زبانوں نے ہمارے طرز معاشرت میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ چٹائی پر تھالیوں میں بھات، ڈ لیوں میں روٹی، ہانڈیوں میں مانس مچھّی، ڈونگوں میں بھرتا، بھاجی، کٹوروں میں کھیر اور کھیس، کھانے والوں کو چٹائی سے اٹھا کر دستر خوان پر بٹھادیا اور ان کے سامنے قابوں میں قورمہ، قیمہ، کوفتہ، طباقوں میں کباب، مرغ مسلم، تنجن، مزعفر، زردہ، پیالوں میں یخنی، حلیم، شیر، کشتیوں میں بریانی، طشتریوں میں پلائو، خشکہ، قبولی اور رکابیوں میں فرنی، شیرینی طرح طرح کا بعام سجادیا۔ دیکھیے، دوسرا پیکر بھی اُبھر رہا ہے۔۲

نرگھس تو دکھا کدھر گیا گل
سوسن تو بتا کدھر گیا گل
سنبل مرا تازیانہ لانا
سنبھالنا اسے سولی پر چڑھانا
تھرّائیں خواصیں صورتِ بید

اک اک سے لگیں پوچھنے بھید
چمن سے بھرا باغ، گل سے چمن

کہیں نرگھس و گل، کہیں یاسمین
کہیں جعفری اور گیندا کہیں

سماں شب کا دائو دیوں کا کہیں

کھڑے شاخِ شبّو کے ہر جا نشان

مدن بان کی اور ہی آن بان

بگھیاں نور کی تیار کرے بوئے سمن

کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانانِ چمن
نسترن بھی نئی صورت کا دکھاوے گا رنگ

کوچ پر ناز کے جب پائوں رکھے گا بن ٹھن
اہلِ نظّارہ کی آنکھوں میں نظر آئے گی

باغ میں نرگس و شہلا کی ہوائی چتون 3

"بے نظیر چمن زارِ پر بہار میں بو قلموں اشجار، سر سبز برگ و بار شاخِ ثمر دار اور گلہائے زر نگار کو دیکھتا، صد رنگ گلاب، گلِ آفتاب، گلِ اشرفی، گلِ عباسی، گلِ جعفری، گلِ دائودی، گلِ رعنا، گلِ لالہ، گلِ ہزارہ، گلِ سوسن، گلِ نسریں، گلِ نسترن، گلِ یاسمیں، گلِ مشکی، گلِ خطمی، گلِ شبّو، گلِ شب افروز، گلِ ص-د برگ اور گلِ اورنگ سے گل رنگ ہوتا خوشبوئوں میں بستا، گلبانگ طیورِ خوش گلو، خوش نوائِ عندلیب و قمری کی کو کو اور نغمہ سنجیِ طوطی سے مدہوش ہوتا ہوا نواحِ کوثر و تسنیم میں پہنچ گیا۔" ٤

ان ادبی پیکروں میں جو یہ گلہائے رنگا رنگ سجے ہیں، جن کے رنگ و نور سے ہمارے دیدوں میں بو قلموں قمقمے جلے ہیں، جن کے لمس سے ہمارے چہرے کے خد و خال کھلے ہیں، اور جن کی خوشبوئوں سے انفاس میں عطر و عنبر گھلے ہیں، گلستان ادبِ ایران سے لائے گئے ہیں اور اب جو اس جامِ جہاں نما میں یہ شجر ہائے اشعار اُبھر رہے ہیں۔

اڑالی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سن کر مرے نالے غزلخواں ہو گئیں

کبک و قمری میں جھگڑا کہ چمن کس کا ہے
کل بتادے گی خزاں یہ کہ وطن کس کا ہے

کس لیے ہر شب یہ ہوتا ہے گرفتارِ فراق
ہجر میں کیا اپنا مرغِ نامہ بر سر خاب تھا

زندگی مانندِ مرغِ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم، چہچہایا، اڑ گیا

نہ ملے گا کبھی شکارِ یقیں
گر عقابِ گماں بلند ہوا

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

اور ان اشجار کی شاخوں پر بیٹھے جو مرغِ خوش نوا، طائرِ رنگ دل کشا اور پرندۂ بے بہا چہچہا رہے ہیں اور نغمہ سنجی کے ساتھ ساتھ بلند پروازی کے قصے بھی سنا رہے ہیں اور ان قصوں میں انسانی مشابہتوں کی علامتیں دکھا رہے ہیں، دراصل یہ بھی انھیں چمن زاروں سے اڑ کر وادیِ اردو میں اترے ہیں جو عرب و فارس کی گل رنگ فضائوں میں نغمہ سرائی کرتے رہے ہیں۔

اور شاخوں پر بیٹھے ہوئے ان پرندوں کے اوپر خلائوں میں جو یہ طیور شاہی ہما، عنقا اور ققنس پرواز بھر رہے ہیں اور ان کی اڑانوں کے یہ مختلف انداز

جستجو رہتی ہے دولت کا پتا ملتا نہیں
سر پھرا کرتا ہے پر ظلّ ہما ملتا نہیں

واہ واشورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

کوئی اے صیاد تیرے عشق میں زندہ نہیں

طائرِ جاں جس کو کہتے ہیں وہ عنقا ہو گیا
دردِ دل پوچھنے والا کوئی میرا نہ رہا

ہو گئی صورتِ عنقا میرے غم خوار کی شکل
گر تو کرے نہ صید تو ققنس کی طرح سے

جل کر ہوا اپنی آگ میں خود ہی شکار خاک
نہ ہو ققنس کا اس خطر سے آب
شب نہ ہووے ہراس سے سر خاب

ہمیں بھی مائل بہ پرواز کر رہے ہیں، خلائے عرب و فارس سے اتر کر ارضِ اردو پر تشریف لائے ہیں، آپ انھیں غور سے دیکھیے اور توجہ سے سماعت فرمایئے یہ مافوق الفطری اور ماورائی پرندے صرف اپنی پرواز کی کرامات ہی نہیں دکھا رہے ہیں بلکہ اپنی ذات سے جڑے تصورات کی محاکات بھی پیش کر رہے ہیں۔

'ہما' فرمانا ہے کہ دنیا مجھے پرندوں کا بادشاہ مانتی ہے۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ میں جس کے سر کے اوپر سے گزر جاتا ہوں، وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔

'عنقا' اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھ میں تیس پرندوں کا رنگ پایا جاتا ہے۔ میری گردن کے پر سنہرے ہیں اور جسم کا رنگ ارغوانی ہے۔ میری دم سفید اور سرخ ہے اور آنکھوں میں ستاروں جیسی چمک ہے۔ جب میں بوڑھا ہو جاتا ہوں تو لکڑیوں اور خوشبودار چیزوں سے اپنا مرقد بناتا ہوں اور اس میں گھس کر مر جاتا ہوں۔ میری ہڈیوں اور چربی سے ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے اور یہی کیڑا آگے چل کر میرا ہم ذات بن جاتا ہے یعنی میں مر کر پھر جی اٹھتا ہوں۔

'ققنس' اپنا قصہ یوں سناتا ہے کہ میں ایک نہایت خوش رنگ اور خوش آواز پرندہ ہوں۔ میری منقار میں تین سو ساٹھ سوراخ ہیں اور ہر ایک سوراخ میں سے ایک ایک راگ نکلتا ہے۔ جب مجھے بھوک لگتی ہے تو کسی بلند پہاڑ پر ہوا کے رخ ہو بیٹھتا ہوں۔ میرے خوش کن سروں کی آواز پر بہت سے پرندے میرے پاس اکٹھا ہو جاتے ہیں اور میں ان میں سے دو چار کو پکڑ کر چٹ کر جاتا ہوں۔ میری عمر ہزار سال کی ہوتی ہے۔ جب پورے ہزار برس گزر جاتے ہیں اور میری عمر طبعی اخیر کو پہنچ جاتی ہے تو میں بہت سی سوکھی لکڑیاں جمع کرتا ہوں اور ان پر بیٹھ کر مستی کے عالم میں گانا اور اپنے پروں کو پھڑپھڑانا شروع کرتا ہوں۔ جس وقت دیپک راگ میری چونچ سے نکلتا ہے تو ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور میں جل کر راکھ ہو جاتا ہوں۔ خدا کی قدرت سے اس راکھ پر مینہ برستا ہے اور اس راکھ سے میں پھر پیدا ہو جاتا ہوں۔

یہ پرندے یعنی ہما، عنقا اور ققنس جب فضائے ادب میں اپنے پر پھیلاتے ہیں تو کہانیاں سمٹ آتی ہیں۔ ان کے ارد گرد داستانوں کی پریاں اُڑنے لگتی ہیں، محیر العقول کردار رقص کرنے لگتے ہیں، بیش بہا افکار و خیالات اڑان بھرنے لگتے ہیں، ان کے سوراخوں سے نکلے ہوئے سُر حیات و کائنات کے سر بن جاتے ہیں۔ یہ طائر کبھی تشبیہیں بن جاتے ہیں، کبھی استعارے ہو جاتے ہیں، کبھی مجاز مرسل تو کبھی علامتوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور اپنی تبدیل شدہ صورتوں سے ایسے ایسے پیکر، ایسے ایسے منظر اور ایسے ایسے مرقعے بنا دیتے ہیں جن سے باصرہ میں رنگ، سامعہ میں آہنگ اور لامسہ میں جوشِ ترنگ بھر جاتا ہے، شامہ مہک اٹھتا ہے اور ذائقہ چٹخارے لینے لگتا ہے۔

اور اب اس جدید جامِ جم میں جو مرقعے ابھر رہے ہیں اور ان مرقعوں میں ادبی کیاریوں کے کنارے ترکیبوں کی جو باڑ دکھائی دے رہی اور شعری و نثری شاخوں پر مرکبات کے جو شگفتہ گل بوٹے نظر آ رہے ہیں، ان کی چمن بندی بھی زبان فارسی سے ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کہ چمن بندی اور چمن آرائی کے طور طریقوں پر روشنی ڈالی جائے آپ ترکیبوں کا کمال اور مرکبات کے جمال و جلال سے پوری طرح لطف اندوز ہو لیجیے

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا
پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بہ خونِ دل

سازِ چمن طرازیِ داماں کیے ہوئے
دل خوں شدۂ کشمکشِ حسرتِ دیدار

آئینہ بہ دستِ بتِ بد مستِ حنا ہے
بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل

جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا
سلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات

سلسلۂ روز شب، اصلِ حیات و ممات
کشتیِ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم

علمِ موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش
وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب

جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل

وہ دامنِ دشتِ شوق کا خار

یعنی تاج الملوکِ دل زار

اِک جنگل میں جا پڑا جہاں گرد

صحرائے عدم بھی تھا جہاں گرد
مرغانِ ہوا تھے ہوشِ راہی

نقشِ کفِ پا تھے ریگِ ماہی
وہ دشت کہ جس میں پر تگ و دو

یا ریگ رواں تھی یا وہ رہ رو

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے

جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے

مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنا کے خدا کرو
اٹّھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

''ان یارانِ صادق و دوستانِ موافق بارانِ بادہ نوش و بذلہ سنجانِ عشرت کوش میں دن بھر تو وہ چہل پہل، قہقہے اور چہچہے رہے۔ سر شام سے ناچ رنگ کی دھما چوکڑی مچی، خانہ و باغ میں حس کے در و دیوار سے صحرائیت برستی تھی، شامیانۂ عیش کاشانہ بہ صد حشمتِ شاہانہ نصیب ہوا۔ ایک بتِ پندار، شوخ و ستم گار نے یہ غزل عجب لطف و اندازِ برنائی اور شانِ خود آرائی سے ادا کی''۔ (٦)

مرزا غالب، علامہ اقبال، دیا شنکر نسیم، میر انیس اور رتن ناتھ سرشار نے زبان و بیان میں جو ترکیبیں کی ہیں ان سے صرف صوتی آہنگ ہی نہیں پھوٹتا ہے بلکہ زبان کا طلسم بھی جاگتا ہے۔ وہ طلسم جو گنجینۂ معانی کا دَر کھولتا ہے۔ مضامینِ نو پیدا کرتا ہے، خیال و افکار کے جوہر مرحمت کرتا ہے، معنی آفرینی کا نیرنگ دکھاتا ہے۔ ایک ایک مرکب میں مرکباتِ عجائباتِ زمانہ سمیٹ دیتا ہے۔

اردو کے ان شعری اور نثری مرقعوں میں جو یہ مختلف طرح کی ترکیبیں مثلاً:

بے اختیارِ شوق، خونِ دل، سازِ چمن، حسرتِ دیدار، دودِ چراغ، دامنِ دشت، شامِ گردوں، اخترِ سیماب، مسافتِ شب، ریگِ رواں، بارانِ صادق، دوستانِ موافق، بتِ پندار، کشتیِ مسکین، جانِ پاک، دیوارِ یتیم۔

جذبۂ بے اختیار، سینۂ شمشیر، خامۂ مژگاں، خوں شدۂ کشمکش، نالۂ دل، سلسلۂ روز و شب، فریضۂ سحری، شامیانۂ عیش۔ اور بوئے گل، صحرائے عدم، سوئے فلک، ثنائے خدا وغیرہ۔۔۔ دکھائی دے رہی ہیں اور اضافتِ زیر، اضافتِ ہمزہ اور اضافت یائے مہموز کے جن قاعدوں سے یہ مرکبات بنائے گئے ہیں وہ خالص فارسی قاعدے ہیں۔ ان قواعدی گروں کو اُردو نے اگر فارسی سے نہیں سیکھا ہوتا تو ہماری زبان میں جو بلند آہنگی اور نغمگی سنائی دیتی ہے، نہیں سنائی دیتی، ایجاز و اختصار کی جو خوبصورتی دکھائی دیتی ہے، نہیں دکھائی دیتی، سمندر کو کوزے میں سمیٹنے والی جو جادو گری نظر آتی ہے، نہیں نظر آتی۔ یہ وہ لسانی ترکیبیں ہیں جن میں اضافی، توصیفی، عطفی، تقلیبی، سبھی طرح کی قواعدی ہنرمندیوں کا رنگ، ڈھنگ اور نیرنگ دیکھا جا سکتا ہے اور اب جو مرقعے ابھرنے والے ہیں ان سے نہ صرف یہ کہ عرب و فارس کے تاریخی واقعات، سیاسی معاملات، معاشرتی حالات، مذہبی بیانات منعکس ہوں گے بلکہ اجتماعی زندگی کے تجربات کا نچوڑ، تصورات کا عطر، مذہبی معجزات و کرامات کا ایجاز، انسانی افکار و خیالات کا ست اور حیات و کائنات کا سار بھی منعکس ہوگا۔ لیجیے مرقعے ابھرنے لگے ہیں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
اب کسے رہنما کرے کوئی

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا

جامِ جم سے یہ مرا جامِ سفال اچھا ہے

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

کشتیِ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علمِ موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

ایک جلوہ تھا کلیمِ طور سینا کے لیے

تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لیے
سب رقیبوں سے ہیں ناخوش پر زنانِ مصر سے

ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں
حسین ابنِ علی کربلا کو جاتے ہیں

مگر یہ لوگ ابھی تک گھروں کے اندر ہیں

معجزہ شق القمر کا ہے مدینے سے عیاں
مینہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

واقعات کا اختصار، حیات و کائنات کا ست اور سار بتانے والے اور تجربات و مشاہدات کا جوہر دکھانے والے الفاظ تلمیح کہلاتے ہیں۔ عام طور شعر میں کسی مشہور قصے یا واقعے کے باندھنے کو تلمیح کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ تلمیح تمام مروجہ تصورات پر محیط ہے۔ شعر میں ان تصورات کو محض بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان کے تناظر میں دوسرے معنی مقصود ہوتے ہیں۔ گویا تلمیح

اپنے اندر ایک آفاقی مفہوم رکھتی ہے۔اردو زبان وادب میں زیادہ تر تلمیح عربی وفارسی سے آئی ہیں جن کی بدولت اردو زبان تو مالا مال ہوئی ہی ہے،اردو کی تہذیب وتمدن میں بھی چار چاند لگے ہیں۔

تلمیح ہی کی طرح ایک اور لسانی عنصر بھی اردو معاشرے پر اثر انداز ہوا ہے۔اب اسی عنصر کے منعکس ہونے کی باری ہے۔ لیجیے اس کا انعکاس شروع ہو گیا:

نادان دوست سے داناد شمن اچھا ہے۔آبِ حیات تاریکی میں ہے۔مالِ مفت دل بے رحم۔ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔روپے کو روپیہ کھینچتا ہے۔صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔عقل مند کو اشارہ کافی۔بلی کو پہلے ہی مار نا چاہیے۔زلیخا تو ساری پڑھ گئے پر یہ نہ جانا کہ وہ عورت تھی یا مرد۔عالم بالا کی سخن فہمی معلوم ہو گئی۔ابھی دلی دور ہے۔

مذکورہ بالا سارے فقرے/جملے ضرب الامثال ہیں جو فارسی کہاوتوں کا اردو ترجمہ ہیں۔آپ ان کی فارسی شکلیں بھی دیکھ لیجیے:

دشمن دانا بہ از دوست ناداں۔آب حیواں درونِ تاریکی است۔مالِ مفت دل بے رحم۔رقص کردند خود ندانند صحن را کو یا کج است۔زر راز رمی کسد۔صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد۔عاقل را اشارہ کافی است۔گربہ کشتن روز اوّل۔زلیخا زنِ بود یا مرد۔سخن فہمی عالم بالا معلوم شد۔ہنوز دلّی دور است۔

اس طرح کے سیکڑوں امثال ہیں جو براہِ راست اردو میں فارسی سے داخل ہوئے ہیں۔وہ مختصر جملے یا فقرے جو طویل تجربات کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں اور جن میں قدما نے قوانین کی طرح زندگی کو سمو دیا ہو اور جو دانش مندی کے مظاہر اور دانش مندوں کے اقوال کی تفسیر ہوں،ضرب الامثال ہیں۔مثل کو اردو میں کہاوت بھی کہتے ہیں،مثل یا کہاوت کے لیے چھ خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔

۱ -اختصار ۲-جامعیت ۳-کثرتِ استعمال ۴-تجربات یا مشاہدات کا نچوڑ ۵-قبول عام ۶ -معنوی زور اور حقائق کی عکاسی

ایک جملے میں اگر مثل کی تعریف کرنا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے عملی اصول جو بہت سے لوگوں کے تجربے میں آکر زبانِ زد خلائق ہو جاتے ہوں،ضرب المثل ہیں۔

فارسی سے اردو میں آئی ہوئی کہاوتیں یا ان کے طرز پر بنائی گئی کہاوتیں،وہ کہاوتیں ہیں جو طائر قلب و نظر کو پر لگاتی ہیں۔ بصیرتوں کو پرواز عطا کرتی ہیں۔ذہن انسانی کو بلندیوں تک پہنچاتی ہیں،چاند سورج اور ستاروں کی سیر کراتی ہیں،زندگی کا جوہر سامنے رکھتی ہیں،تاریک راہوں میں مشعل کا کام کرتی ہیں،زندگی کے فیصلوں میں رہنمائی کرتی ہیں اور معاملاتِ دنیا کو سمجھنے میں مدد کرتی ہیں۔

صرف یہی نہیں جن کا اوپر ذکر ہوا بلکہ کچھ اور بھی لسانی اور ادبی عناصر ایسے ہیں جو ہمارے یہاں عربی اور فارسی سے آئے ہیں اور جن سے ہماری معاشرت اور ہماری تہذیب میں بے پناہ تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ ہماری زبان سے بھی فارسی اور عربی زبان اور ان کی تہذیب و تمدن میں بہت کچھ داخل ہوا مگر ان کا ذکر ابھی نہیں، کہ یہ مقام ان کا نہیں، اردو کا ہے۔

Reference Books:

1-Lucknawai shair ki decani Bibi: Suleman khatib kewde ka bun page no 19

2.Sumbul mera taziyana lana: Manasvi Gulzar e Naseem author: pandit Daya Shankar Naseem, Mastaba Jamia ltd. New Delhi 1971page no:30

3.baghigan noor ki …Urdu zaban ki tamadduni ahmiyat: Abdurr Razzaq Quraishi, darul mosannafin shibli academy 2015 page no 6

4. baghigan noor ki …Urdu zaban ki tamadduni ahmiyat: Abdurr Razzaq Quraishi, darul mosannafin shibli academy 2015 page no 41

5.chaman se bhara Bagh …pani: Ghazanfar …. classical printers new delhi 1989 page no 78 -79

6- fasananae a Azad, Rattan Nath Sarshar, jild Awal, Taraqqi Urdu Bauru new delhi 1986 page no 59